

رعاية المذنبين في الدعاء بين الخطبتين

١٣١٠ھ

دو خطبوں کے درمیان دعاء کرنے کا بیان

تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

۱۰ رِغَايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدَّعَاءِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ (دو خطبوں کے درمیان دُعا کرنے کا بیان)

مسئلہ ۱۳۰۸ از کثور اسٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ عربیہ
۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

اس جائے پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا آہستہ مانگی جاتی ہے اور بعض لوگ اس کو مکروہ شدید و حرام و بدعت سیئہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں، لہذا اہتمام یہ ہے کہ اس کے جواب باصواب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرما کر رفع خصومت بین المسلمین فرمائیں۔

الجواب

امام کے لئے تو اس دُعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لئے نہی شائع نہ ہونا ہی سند کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں بل بلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بے اُن کی نہی کے ہرگز کوئی شے ممنوع نہیں ہو سکتی خصوصاً دُعا سی چیز جس کی طرف خود قرآن عظیم نے بحال ترغیب و تائید علی الاطلاق بے تحدید و تقید بلایا اور احادیث شریفہ نے اسے عبادت و مغز عبادت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اُس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو عین برسنے اور دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے مکمل جاہنے کی دُعا مانگنا، صحیح بخاری و مسلم وغیرہا میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم، تو بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثابت، لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا، مولانا علی قاری مکی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح

مشکوٰۃ میں زیر حدیث یخطب ثم یجلس فلا یتکلم (امام خطبہ پڑھے پھر بلا گفتگو بیٹھ جائے۔ ت) فرماتے ہیں :

لا یتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر او الدعاء
او القراءة سرا والاولی القراءة لروایۃ
ابن جہان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یقرأ فی جلوسہ کتاب اللہ الخ
نہ گفتگو کرے یعنی بیٹھنے کی حالت میں آہستہ ذکر یا
قراءة کے علاوہ بات نہ کرے، قرارت اولیٰ ہے
کیونکہ ابن جہان کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھنے کی حالت میں کتاب اللہ کی تلاوت
فرماتے تھے الخ (ت)

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف
میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں :

واستفید من ہذان حال الجلوس بین الخطبتین
لا کلام فیہ لکن لیس فیہ نفی ان یدکر اللہ او
یدعوہ سرا۔
اس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بلا کلام
بیٹھنا ہے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں کہ
آہستہ آہستہ اللہ کا ذکر اور دعا بھی کی جائے (ت)

علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ و منہج محمدیہ میں فرماتے ہیں :
ثم یجلس فلا یتکلم رجھرا فلا ینافی
روایۃ ابن جہان انہ کان یقرأ فیہ
ای الجلوس وقال الحافظ مفادہ الخ
اخروا مر۔
پھر خطیب گفتگو کے بغیر بیٹھ جائے (یعنی بلند آواز سے
گفتگو نہ کرے یہ بات روایت ابن جہان کے منافی
نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس (جلوس)
میں قرارت فرماتے تھے اور حافظ نے کہا اس کا مفاد
وہ جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (ت)

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ اُن اوقات
میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے، صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارہ ساعت جمعہ فرمایا :

۱۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب الخطبہ والصلوۃ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۷۰
۲۔ فتح الباری شرح البخاری باب القعدة بین الخطبتین يوم الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۵۷
۳۔ شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثانی فی ذکر صلوة صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعة مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۸۵

ہی مابین ان یجلس الامام الی انت
تقضى الصلوة لہ
امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ساعت
جمعہ ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا، شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے
رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اسے ابن عبد البر نے حضرت عبداللہ ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) انس بن عمر و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام
سے ختم نماز تک ہے۔ یونہی امام عامر شعبی تابعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری (اسے ابن جریر طبری نے
روایت کیا ہے۔ ت) انحنی شعبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اُس کا وقت بتایا
مرواہ المروزی (اسے امام مروزی نے روایت کیا۔ ت) اسی طرح امام حسن بصری سے مروی ہوا رواہ
ابن المنذر (اسے ابن المنذر نے روایت کیا۔ ت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز
تک رکھا مرواہ حمید بن زنجویہ (اسے حمید بن زنجویہ نے روایت کیا۔ ت) بہر حال یہ وقت بھی
اُن میں داخل تو یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لئے
دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت ہو تو اُس کے لئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شراح
مشکوٰۃ نے بالتعین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اُسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود
ارشاد اقدس مابین ان یجلس الامام (امام کے بیٹھنے سے لے کر۔ ت) سے یہی جلسہ مراد رکھا
اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے :

می گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان
ساعت الجمعة کہ آن ساعت میان شستن امام ست
بر منبر تارون نماز طیبی از جلوس شستن میان
دو خطبہ مراد داشتہ الخ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کی ساعت کے
بارے میں فرمایا کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے
سے لے کر نماز ادا کرنے تک ہوتی ہے۔ علامہ طیبی
نے جلوس سے مراد دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا
لیا ہے الخ (ت)

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس
قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علما چاہئے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر

يتعلق بالآخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجساماً آم ملتقطاً۔
گفتگو میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ اختلاف اس گفتگو کے بارے میں ہے جو آخرت سے متعلق ہو اس کے علاوہ گفتگو بالاتفاق مکروہ ہے۔ (د ت)

تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو، اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالت خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجنا مطلوب، تو میں الخطبتین کو امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجہ اولیٰ روا۔ رد المحتار میں ہے: اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یجوز ان یصلوا علیہ بالجهربل بالنقد وعلیہ الفتویٰ رحلی یتہ۔
جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک ذکر کئے تو بالجمہر کی بجائے دل میں درود شریف پڑھ لیا جائے اسی پر فتویٰ ہے۔ رحلی (د ت)

اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ، اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز، اور مختار قول امام ہے، تو بیشک مذہب منع حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ کہ اُس بنائے فاسد پر جو بنائے جہالات و باہرہ ہے کہ عدم درود مخصوص و درود عدم مخصوص ہے وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لئے مانعت خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و تکلم ہے بلکہ اس لئے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام (جب امام نکل آئے تو نہ کوئی نماز ہے نہ کلام۔ ت) پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انہیں بتا دیا جائے کہ نہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے جب ان اشیائے نزدیک اللہ عز و جل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا تو حید ہوگا حاشا للہ (اللہ ہی کے لئے پاکیزگی ہے۔ ت) یہ اُن بدعتوں کی بد زبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھٹے گا، جب لا الہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان پر سرف سے جھگڑنے آئے گا،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ﴿۱۰۰﴾ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (د ت)

۱۱۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب الجمعۃ	۱ در مختار
۹۰۶/۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	۲ رد المحتار
			۳ القرآن ۲۶/۲۲۴

قول ازج عافیت سہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کے لئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد دراپیں تجویز و اجازت کی ہیں :

اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اُس جہالت نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ ہر لحاظ خصوص وقت و رد اُس کا بھی نہیں ۔

ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف جہر ممنوع ہے آہستہ میں عرج نہیں ، اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت خطبہ میں ذکر اقدس سُن کر آہستہ در و د پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے ،

جیسا کہ رملی کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں ، در مختار کے ان الفاظ سے بھی وہی مراد ہے کہ صواب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی سُن کر دل میں درود شریف پڑھا جائے اھ اگرچہ قہستانی کا میلان اخفاء کی طرف ہے مگر جوہرہ اور دیگر کتب معتبرہ اس کے خلاف ہیں ، شامی کہتے ہیں کہ اس کا اپنا نفس سُن لے یا حروف کی تصحیح ہو کیونکہ علماء نے اس کی تفسیر یوں ہی کی ہے ، امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ دل میں پڑھے جیسا کہ کرمانی میں ہے ، قہستانی نے جوہرہ میں آخری پر ہی اکتفا کیا ہے ان کے الفاظ میں اس کے ساتھ نقلی نہ کرے کیونکہ اس حال کے علاوہ میں اسے پایا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ سماعت فوت ہو جائیگا اھ اختصاراً ۔ رہا قہستانی کا قول کہ فقہاء نے اس کی تفسیر یہی کی ہے ، اس سے ان کی مراد اس بعد کو دور کرنا ہے جو ان کی اختیار کردہ تاویل

كما قد مناعن الرملی وهو معنی ما فی الدر المختار من قوله والصواب انه یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسه اھ وان مال القہستانی الی التاویل بالاختفاء خلافاً لما فی الجوہرۃ وغیرہا من الکتاب المعتبرۃ قال الشافعی ای بان یسمع نفسه او یصحح الحروف فانہم فسروہ بہ وعن ابی یوسف قلبا کما فی الکرمانی قہستانی واقتصر فی الجوہرۃ علی الاخیرو حیث قال ولم یطلق بہ لانہا یدرک فی غیر ہذا لحال والسماع یقوت اھ مختصراً واما قول القہستانی انہم فسروہ بہ فانما اراد بہ دفع الاستبعاد عما اختارہ من التاویل فان ظاہر اللفظ هو ارادۃ القلب ومع ذلك ربما اطلقوا وفسروہ بہ ای بالاسرار

علی القولین فی تحدید ۴۔ میں تھا کیونکہ "فی نفسه" ظاہراً الفاظ قرار دے

قلب پر دال ہیں حالانکہ اس کے باوجود اس کا اطلاق کر کے اس کی تفسیر مخفی ہونے کے ساتھ کرتے ہیں، ان دونوں اقوال پر جو اس کی تعریف کے بارے میں ہیں۔ (ت)

ثالثاً امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالت خطبہ میں بعید کو کہ خطبہ کی آواز اس تک نہ پہنچے انصات واجب نہیں جانتے، اور امام محمد بن مسلمہ بھی صرف ادلیٰ کہتے ہیں اگرچہ مخفی بہ اس پر بھی وجوب تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ ادلیٰ واجب نہ کہیں گے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے :

قال فی النہایۃ اذا کان بحیث لا یسمعہا لا روایۃ
فیہ عن اصحابنا فی المبسوط وقد اختلفت
المشاغۃ المتأخرون فیہ فعن محمد بن
سلمۃ الانصات اولیٰ وعن نصیر بن یحییٰ
انہ کان بعیداً وکان یحرق شفتیہ بالقرآن
وفی العنایۃ ان الانصات مختار الکرخی و
صاحب الہدایۃ وقال بعضهم قراءۃ القرآن
اولیٰ وهو اختیار الفضلاء

نہایت میں ہے اس وقت جب ایسے مقام پر ہو کہ وہ خطبہ نہیں سُن رہا، مبسوط میں ہمارے اصحاب (احناف) سے کوئی ایک روایت تھی، متأخرین مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، محمد بن مسلمہ کے نزدیک خاموشی ادلیٰ ہے۔ نصیر بن یحییٰ کے بارے میں ہے کہ جب وہ خطیب سے دور ہوتے تو ان کے ہونٹ تلاوت قرآن سے حرکت کر رہے ہوتے تھے۔ عنایت میں ہے خاموشی، کرخی اور صاحب ہدایہ

کا مختار ہے۔ بعض نے فرمایا تلاوت قرآن ادلیٰ ہے۔ فضلاء کے ہاں یہ مختار ہے۔ (ت)
رد المحتار میں فیض سے ہے، الاحوط السکوت و بہ یفتی (سکوت ہی احوط ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ ت)

رابعاً بعض علماء کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلام دنیوی ممنوع ہے و عامر و ذکر مطلقاً جائز حتیٰ کہ عین حالت خطبہ میں بھی، اگرچہ صواب اس کے خلاف ہے کما تقدّر عن الدر (جیسا کہ در کے حوالے سے گزرا۔ ت) عبد الغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں :

امامنا مین المؤذنین علی دعاء الخطیب الترضی
عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر
خطیب کی دعا پر مؤذنین کا آمین کہنا، صحابہ کے نام سن کر رضی اللہ عنہ کہنا، بادشاہ کے لئے دعا

فليس هذا من الكلام العرفي بل هو من قبيل التبيين و نحوه فلا يكره في الاصحاح و بينا على هامشها ان هذا من اشتباه عرض له رحمه الله تعالى من تصحيح النهاية و العناية لتجويز الكلام الاخرى و انما كلامهما فيما قبل شروع الخطبة و بعدها الاحالها ثم هو ايضا لا يخلو عن نظر كما يظهر بمراجعة ما علقنا على هامش رد المحتار و الاصح الاحوط اطلاق المنع كما افاده الزيلعي لذلالميمش عليه في عامة الكتب المعتمدة كالبحر و النهر و الدرر و المحتار.

یہ کلام عرفی نہیں بلکہ از قبیل تسمیحات وغیرہ ہے لہذا اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں، ہم نے اس کے حاشیہ میں تحریر کیا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ اشتباہ نہایہ اور عنایہ کی تصحیح سے عارض ہوا کیونکہ انہوں نے کلام اخروی پر محمول کیا ہے حالانکہ ان کا کلام خطبہ سے پہلے یا بعد پر محمول ہے نہ کہ درمیان میں، پھر وہ بھی محمل نظر ہے جیسا کہ حاشیہ رد المحتار کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوگا اصح اور اسوط مطلقاً منع ہے جیسا کہ زیلعی نے فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ عامہ کتب معتمدہ میں اس مسکک کو اختیار نہیں کیا گیا مثلاً بحر، نہر، در اور رد المحتار (د ت)

اور مذاہب دیگر پر نظر کیجئے تو عدد درجہ کی توسیعیں ہیں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ، بعض علماء نے کہا کہ لوگوں پر سکوت رسالتاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لازم تھا اب لازم نہیں رہا اھ اسے قسمستانی نے نقل کیا ہے۔ (د ت)

من العلماء من قال السكوت على القوم كان لا ترمای فی من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما اليوم فغير لا ترمای و نقله عنه القهستانی۔

علمائے محاطین تو ایسے مسائل اجتہاد میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذاً باللہ نوبت تا بہ تفصیل و اکفار۔ سیدی عارف باللہ محقق تاملی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں، ان المسئلة الواقعة كما هي الآن في جوامع بلادنا وغيره يوم الجمعة من المودنين متى امكن تخريجها على قول من الاقوال

مسئلہ در پیش جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مسجد میں مودنین جمعہ کے دن (امام کی دعا پر آمین) کہتے ہیں اس کی تخریج و ثبوت ہمارے

فی مذہبنا و مذہب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ و النہی عند و انما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ و النہی عنہ۔
 مذہب یا دوسرے مسلک میں ممکن ہے تو یہ ایسا ناجائز نہیں کہ اس کا انکار اور اس سے منع لازم ہو، منکر تو وہ ہوتا ہے جس کی حرمت اور ممانعت پر اجماع ہو۔

بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لئے تو اس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، ہاں خوف مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو الزام نہ کرے، فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص کبھی درود پڑھتا ہے اور رفع یدین بھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بدعا نہ ہوں، مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرع کبھی روا نہیں فرماتی، مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشنے آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم

وا حکمہ
 مسئلہ ۱۴۰۹ از ہیل کتور ضلع اوٹکنڈ مکان سومار سیٹھ صاحب مرسلہ سید حیدر شاہ صاحب

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

جناب فیض آب جامع علوم نقلیہ و عادی فنون عقلیہ علامہ دہر فہامہ عصر مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب ادا م اللہ فیوضہ ادا سائے آداب کے بعد بندہ حیدر شاہ عرض رساں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے چونکہ آپ مشاہیر علمائے انام سے ہیں اور آپ کے اخلاق و اوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں و نیز جواب سوال جلد ترسیل فرماتے ہیں، لہذا التماس خدمت فیض و درجت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں، مذہب حنفی و شافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اٹھا کے دعائنگنی مشروع و منسوخ ہے یا نہیں؟ مترجم اردو الدر المختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا کے دعائنگنی بین الخطبتین بدعت سیئہ و غیر مشروع ہے، پس آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ چونکہ آپ متوطن بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اس کی کما غنی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجئے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض دھوکا دی عوام الناس سے۔ بینوا تو جو را

الجواب

مسنویت مصطلحہ کہ تارک مستوجب عتاب الہی و آثم و مستحق عذاب الہی ہو و العیاذ باللہ یہ نہ کسی کا

مذہب نہ دُعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرجع الاجابۃ جان کر دُعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت و انحاء ذکر الہی عزوجل سے ہے جس کی کثیر پر بلا تقيید و تقييد نصوص قرآن عظیم احادیث متواترہ نبی رؤف رحم علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور باجماع ائمہنا حسب تصریح احادیث و تظافر ارشادات علمائے قدیم و حدیث سنن و آداب دُعا سے ہے خطیب کے لئے اُس کی اجازت و مشروعیت تو باتفاق مذہبین حنفی و شافعی ہے۔ یونہی سامعین کے لئے جبکہ دُعا دل سے ہو نہ زبان سے، اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دُعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج و معمولی ہے، مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملہا بہا مطلقۃ فیہا کراہۃ التحريم (بخلاف ہمارے ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب یہی ہے کہ مطلقاً کراہت، مکروہ تحریمی ہے۔ ت) علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی صدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ اذات الید مسئلۃ الشطر نہج میں فرماتے ہیں،

الکراہۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرف
الی التذنیہیۃ لا التحرمیۃ بخلاف مذہبنا
شوافع کے نزدیک مطلقاً کراہت کا اطلاق مکروہ تنزیہی
پر ہوتا ہے نہ کہ تحریمی پر بخلاف ہمارے مذہب کے
(اس میں تحریمی پر ہے)۔ (ت)

اور سکوت خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے۔ امام ابو یوسف
اردبیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں،
لا یجب الاستماع وهو شغل السمع بالسماع
استماع واجب نہیں، اور استماع سے مراد کانوں
کو سماع میں مشغول کرنا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے،

لا یحرم الکلام حال الخطبۃ لا علی الخطیب
ولا علی المامومین السامعین وغیرہم
خطبہ کے دوران کلام حرام نہیں نہ خطیب پر نہ
مقتدیوں پر، ہاں بغیر غرض کے مکروہ ہے، مثلاً

لكن يكره الا لغرض مهم كانداء من يقع في
بئرا وعقرب ويتعلو خيرا او نهى عن شئ
اسى میں ہے ۔

لا يكره الكلام حال الاذان ولا بين الخطبتين
ولا بين الخطبة والصلوة

علامہ زین الدین شافعی علیہ السلام ابن حجر مکی فتح المعین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں :

يكره الكلام ولا يحرم حالة الخطبة لا قبلها
ولو بعد الجلوس على المنبر ولا بعد ها ولا بين
الخطبتين وليس تشهيت العاطس والرد عليه
ورفع الصوت من غير مبالغة بالصلوة والسلام
عليه صلى الله تعالى عليه وسلم عند ذكر
الخطيب اسمه او وصفه صلى الله تعالى عليه
وسلم قال شيخنا ولا يبعد ندب الترضي
عن الصحابة بل ارفع صوت وكذا التاممين
لدعاء الخطيب اه مختصرا ۔

مستحب ہونا بعید نہیں ہے اختصاراً (ت)

یونہی مذہب حنفی میں امام ثانی قاضی ربانی سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مطلقاً
جواز ہے اوقات ثلثہ غیر حال خطبہ یعنی قبل و بعد دعائیں خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی
مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پُر ظاہر کہ دعا خاص کلام دینی و عبادت الہی ہے ۔ مراقی الفلاح
میں ہے ۔

اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام وهو قول
جب امام آجائے تو کوئی کلام و نماز نہیں ۔ اور یہی

سہ الانوار لا اعمال الابرار
فصل لصلوة الجمعة
مطبوعة جالية مصر
۱۰۱/۱
سہ
فصل فی صلوة الجمعة
عام الاسلام پور پرسی ترونکاری انڈیا
۱۴۶ھ
سہ فتح المعین شرح قرۃ العین

الامام وقال ابو يوسف ومحمد لا بأس
بالكلام اذا خرج قبل ان يخطب واذا نزل
قبل ان يكبر واختلفا في جلوسه اذا سكنت
فحنده ابى يوسف يباح لان الكراهة للاختلال
بفرض الاستماع ولا استماع هنا ، وله
اطلاق الامم اراه ببعض اختصاصه -
مباح ہے کیونکہ کراہت کی وجہ خطبہ سننے میں غفلت کا واقع ہونا ہے اور یہاں استماع نہیں ہے ان کی
دلیل امرکا اطلاق ہے اہ مختصراً (ت)

صاحب مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک
کلام سے ممانعت فرمائی، مشائخ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصریح بھی مختلف آئی، بعض فرماتے
ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام ہے، اوقات ثلاثہ میں دینی کی اجازت عام ہے، نہایہ و عنایہ میں اسی کو اصح کہا،
ایسا ہی فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا، مشائخ کرام نے مطلق مراد لیا، امام زلیخا نے تبیین الحقائق میں
اسی کو احوط کہا۔

قلت واطلاقات المتن واکثر الکتاب علیہ
ماشیة وعامة التفاسیر عنہ ناشیة کما
یظہر بمر اجعة ما علقنا علی رد المحتار
فہو اصح التصحیحین فیما علم کیف لا وقد
صرح المحققون ان الدنیوی مکروہ اجماعاً
فلولہ نہی الامام الا عنہ لارتفع الخلاف مع
ان الکتاب المعتمدة عن آخرها متطابقة علی
اثباتہ -

میں کتا ہوں کہ متون کے اطلاقات پر اور اکثر کتب
اسی پر جاری ہیں اور عام تفریعات اس سے مستخرج
ہیں جیسا کہ ہمارے حاشیہ رد المحتار سے ظاہر ہے
اور میرے علم کے مطابق دونوں تصنیحوں میں یہ اصح
ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ محققین نے تصریح کی
ہے کہ کلام دنیوی بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر امام
نے اس سے ہی منع کیا ہے تو اب اختلاف مرتفع
ہو جائے گا حالانکہ تمام کتب اس اختلاف کے
ثبوت سے مالا مال ہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں زیر قولی مصنف اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام (جب امام آجائے تو

کوئی نماز اور کلام نہیں۔ (ت) ہے :

اطلق في منع الكلام فشمّل التسبيح والذكر والقراءة وفي النهاية اختلف المشائخ على قول ابى حنيفة قال بعضهم انما كان يكره ما كان من كلام الناس اما التسبيح ونحوه فلا وقال بعضهم كل ذلك مكروه و الاول اصح اه وكذا في العناية وذكر الشارح ان الاحوط الانصات اه ويجب ان يكون محل الاختلاف قبل شروعه في الخطبة ويدل عليه قوله "على قول ابى حنيفة" و اما وقت الخطبة فالكلام مكروه تحريماً ولو كان امراً بمعروف او تنبيها او غيره كما صرح به في الخلاصة وغيرها انتهى باختصار

منع کلام مطلقاً کہا، لہذا یہ تسبیح، ذکر اور قراءت کو بھی شامل ہوگا، نہایت میں ہے کہ شارح نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہاں وہی گفتگو مکروہ ہے جو لوگوں کی (دنوی گفتگو) ہو۔ رہی تسبیح وغیرہ تو وہ مکروہ نہیں، بعض نے کہا کہ یہ تمام مکروہ ہے اور پہلا اصح ہے اح حدیث میں بھی اسی طرح ہے، شارح نے ذکر کیا کہ احوط خاموش ہونا ہے اور یہ ضروری ہے کہ محل اختلاف خطبہ میں شروع ہونے سے پہلے ہو اور اس پر اس کے یہ الفاظ کہ "ابو حنیفہ کے قول پر" دلالت کر رہے اور خطبہ کے وقت کلام مکروہ تحریمی ہے خواہ امر بالمعروف یا تنبیہ یا اس کی مثل ہو جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں اس پر تصریح ہے انتہی باختصار (ت)

طحاوی و رد المحتار مبحث الفاظ اقامین ہے :

قوله وغيرها كالاحوط والاعظم -

اس کا قول "اس کے علاوہ الفاظ" مثلاً

احوط واظہر ہیں۔ (ت)

در مختار میں فتاویٰ خیر ہے :

بعض الالفاظ أكد من بعض فلفظ الفتوى أكد من لفظ التصحيح والاحوط أكد من الاحتياط اه مختصراً .

بعض الفاظ بعض کی نسبت زیادہ مؤکد ہوتے ہیں لفظ فتویٰ ، لفظ صحیح سے اور احوط احتیاط سے زیادہ مؤکد ہے اح مختصراً (ت)

۱۴۸/۲

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۵۲/۱

مصطفیٰ البابی مصر

۱۵/۱

مطبع مجتبیٰ دہلی

باب صلوٰۃ الجمعة

خطبۃ الکتاب

"

لہ بحر الرائق

لہ رد المحتار

لہ در مختار

بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً اور سامعین کے لئے دل میں بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر اُن کے لئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکرر دوسری پر جائز، ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو اصدائیں پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشروع، اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف مشکافی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ اُن میں سے جس پر چاہے عمل کرے اصلاً محل اعتراض و انکار نہیں۔ بجز الراقی و درمختار وغیرہا میں ہے،

متی کان فی المسئلة قولان مصححان جانا جب مسئلہ میں دو اقوال صحیح ہوں تو ان میں سے القضاء والا قضاء باحدھما۔ ایک پر فتویٰ اور قضاء جائز ہوتی ہے۔ (ت)

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ بآئکہ یہاں تصحیح تبیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملۃ القول فی هذا الباب والمفصیل فی فتاوانا بعون الوہاب (اس مسئلہ میں یہ ہی گفتگو کا خلاصہ ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت)

یہی مترجم و درمختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لئے، اُس کے زمانے میں ان اقطار کے علم علما کہ اپنے عصر و مصر میں حقیقتاً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمہ المحققین سیدنا ابوالقدس سرہ الماجد، فقیر برسوں جماعت میں اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت مدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتاء ہوا، مولانا احمد حسین مرحوم تلمیذ العظمیٰ سید العلماء سند العرفاء مولانا الجد قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر مہر فرمائی یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ مستفی بمفید المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینان سائل کے لئے یہاں منقول،

سوال: چرمی فرماہند علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قراءت خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں؟ اور خطیب کس قدر جلسہ میں توقف کرے اور یہ اوقاتوں

قبولیت دعا سے ہے یا نہیں؟ اور دُعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے مستحسن ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
الجواب: بیٹنا خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدة
 بین الخطبتین يوم الجمعة میں مرقوم ہے:

حدثنا مسدد ثنا بشر بن المفضل ثنا
 عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ بن عمر،
 قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یخطب خطبتین یقعد بینہما۔
 مسدد نے یہیں اور انھیں بشر بن مفضل نے انھیں
 نافع نے انھیں عبد اللہ بن عمر نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو دو خطبوں
 کے درمیان بیٹھتے۔ (ت)

اور اس بیٹھنے کو سنت بمقدار تین آیات علمگیری میں بالتصریح بیان کیا ہے:
 والخامس عشر الجلوس بین الخطبتین
 هكذا فی البحر الرائق ومقدار الجلوس
 بینہما مقدار ثلث آیات فی ظاہر الروایة
 هكذا فی السراج الوہاج۔
 پندرہویں سنت دو خطبوں کے درمیان بیٹنا ہے
 اسی طرح بحر الرائق میں ہے، ان کے درمیان
 بیٹھنے کی مقدار ظاہر الروایة کے مطابق تین آیات
 کی تلاوت کی مقدار ہے۔ ایسے ہی سراج الوہاج
 میں ہے۔ (ت)

اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصن حصین
 کے اُس وقت مانگنا دُعا کا طیبی سے نقل کیا:
 وساعة الجمعة ارجى ذلك ووقتها ما بین ان
 یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى
 الصلوة۔
 اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی
 ہے یعنی سب وقتوں میں سے ساعت جمعہ میں امید
 قوی ہے قبولیت کی اور وقت ساعت جمعہ کا ہے

مابین بیٹھنے امام کے سے منبر پر خطبہ کے لئے تمام ہونے نماز تک، نقل کی یہ مسلم اور ابوداؤد نے۔ (ت)
 ظاہر یہ ہے کہ مراد بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے، اور وہی وقت
 حرمت کلام کا ہے غیر امام کو، کذا قال العلی (جیسا کہ علی نے بیان کیا۔ ت) اور طیبی نے بیٹھنے سے

۱۲۴/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب القعدة بین الخطبتین	صحیح البخاری
۱۲۴/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة	کے فتاویٰ ہندیہ
ص ۲۱	افضل المطابع لکھنؤ	اوقات الاجابة	حصن حصین

بیٹھا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے، اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی یہ ہے انتہی، اور بھی صاحب فتح الباری نے اُن تمام اوقات اجابت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے،

حيث قال الشكوت عند الجلوس بين الخطبتين
حكاه الطيبي عن بعض شراح المصباح
ان الفاظ بين قيسواں مقام دون خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وقت ہے، اسی طیبی نے بعض شارحین مصابیح سے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک اُن میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا،

العاشر ما بين خروج الامام الى انت تمام
الصلوة الحادى عشر ما بين انت يجلس
الامام على المنبر الى ان تقضى الصلوة
الثانى عشر ما بين اول الخطبة والفراغ
منها الثالث عشر عند الجلوس بين
الخطبتين۔ (ت)

اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درست ہے تا آنکہ خانیہ میں نقلاً عن العابدیہ مرقوم ہے،

ولو سكت الخطيب حين جلس ساعة قال
ابو يوسف يباح له التكلم في تلك الساعة۔
امام منبر پر بیٹھ کر ایک ساعت خاموش رہا تو
امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس وقت گفتگو
مباح ہے (ت)

اور در مختار میں مثل اس کے مرقوم ہے، اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الكتب بعد كتاب الله کے ہے بیچ باب رفع اليدين في الخطبة کے عین حالت خطبہ میں دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول، اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا پس کہا اے

رسول اللہ کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں چار پائے اور ہلاک ہوئے جاتے ہیں شاة (بکریاں) پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ تر کرے ہم کو، پس ورا زکئے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی کہ :

حدثنا مسدد ثنا حماد بن زید عن عبد العزیز عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس قال بینما النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ هلك الکراع وهلك الشاة فادع اللہ ان یسقینا قمدا یدیه ودعنا۔
 ہمیں مسدد نے انھیں حماد بن زید نے انھیں عبد العزیز نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور یونس سے ثابت نے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہم حاضر تھے رسالتنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا : یا رسول اللہ !

چار پائے ہلاک ہو رہے ہیں بکریاں ہلاک ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرمائے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ پھیلا دیئے اور دعا کی ۔ (ت)

جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہو اور مانگنا دعا کا عین حالت خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور متحقق ہے، پس مانگنا دعا کا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل وعلا کے، اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقومہ بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے، اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا، اور بھی بیچ مفتاح الصلوٰۃ کے دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر رسد آیات کے مجتہبی سے اور سند اجابت دعا کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی : مفتاح الصلوٰۃ میں مرقوم ہے :

ورمیان دو خطبہ کہ امام بنشیند دعا بطریق اولیٰ جائز خواہ بود علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ ساعة الاجابة ما بین ان یجلس الیہما فی الخطبة الی است تقضى الصلوة کما صح فی صحیح مسلم و جزم الامام النووی فی شرح مسلم وقال هو الصواب پس باید در میان کے درمیان جب امام بیٹھتا ہے تو اس وقت دعا کرنا خصوصاً بطریق اولیٰ جائز ہونی چاہئے کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ قبولیت کی ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام نماز تک ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور امام نووی نے شرح مسلم میں اسی پر جزم کرتے ہوئے فرمایا یہی

کہ در وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار سہ آیت
واردست کما فی المجتبی وغیرہ سبنا اتسافی
الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب
النار خواند کہ عمل بر ظاہر الروایۃ و احادیث صحیحہ
واقع گردد و اگر دست برداشتہ بخواند موافق طریقہ
دعا کہ در احادیث ست واقع گردد و عمل بزرگان
نیز مستحب۔

صواب ہے لہذا امام کے بیٹھنے کے وقت ، جو
ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات کی مقدار ہے
جیسا کہ مجتبیٰ وغیرہ میں ہے ، یہ دعا پڑھ لی جائے
اسے ہمارے رب ! ہمیں دنیا میں بہتری اور نیکی
عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں
آگ کے عذاب سے بچائے تاکہ ظاہر الروایت
اور احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے اور اگر دعائیں
ہاتھ اٹھائے تو یہ بھی اس طریقہ دعا کے موافق ہے
جو احادیث میں آیا ہے اور اسلاف کا بھی عمل ہے۔

اور ایسا ہی پنج فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور پنج حصین کے ایک آداب دعائیں رفع یدین
کو بسند حدیث تحریر کیا ہے و دفعہما مع وان یکون دفعہما حدوا المنکبین کذا منس یعنی آداب دعا
سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے ، نقل کی یہ صحاح ستہ میں ، اور یہ کہ ہود سے ہاتھ
اٹھانا برابر مونڈھوں کے ، نقل کی سنن ابوداؤد و احمد و حاکم نے ، اس سے خوب واضح ہوا کہ دعائیں اٹھانا
ساتھ رفع یدین کے چاہئے ، البتہ خالی ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے عبث اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح و
لائح ہوا کہ دعائیں اٹھانا اور ہاتھ نہ اٹھانا آداب دعا کے سے دور ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب و
الیہ المرجع والمآب۔

احمد حسین بیگ غفر اللہ لہ - محمد رضا علی خاں - سید یعقوب علی رضوی - خدییم اعلیٰ سید محمد علی
سید محمد ذاکر عفی عنہ۔

علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عل وہ - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ
اتم و احکم۔

منہ السلام حضرت علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی

لے مفتاح الصلوٰۃ

لے حصین حصین آداب الدعاء

مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ

چھوٹی پڑھی جائے یا بڑی اور چھوٹی پڑھی جائے تو کس قدر، اور بڑی پڑھی جائے تو کس قدر، یہیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر فرش پر کہ جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ، دوسری میں سورۃ منافقون، اور کبھی پہلی میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں هل اثمك حدیث الغاشیة ثابت ہے، اور حسب حاجت و مصلحت کی بیشی کا اختیار ہے، اور اگر مقتدیوں پر تکلیف و ناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدر مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدر مسنون کا محض کسل کی وجہ سے ناگوار ہونا اُن کا قصور ہے جس میں وہ مستحق رعایت نہ اُس کے سبب ترک سنت کی اجازت، ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اُس کے لئے باعث تکلیف ہوگا تو اُس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ کو ثروا خلاص سے پڑھانا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم